احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی - ناظم دینیات - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

صحابۂ کرام کو یہ بلند مقام کیوں کر حاصل ہوا ہے

یہ مقام صحابۂ کرام کو کیوں حاصل ہوا ؟

(۱) لان اکثر اقوالھم مسموع بحضرۃ الرسالۃ وان اجتھد وافرأیھم اصوب - اس لئے کہ ان کے اکثر اقوال زبانِ رسالت سے سنے ہوئے ہیں، اگر انھوں نے اجتہاد بھی کیا ہے تو ان کی رائے درست ہے۔

(۲) لانھم شاھدوا موارد النصوص انھوں نے نصوص کے موقع ومحل کا براہِ راست مشاہدہ کیا ہے۔

(۳) لتقدمھم فی الدین دین میں ان کو تقدم حاصل ہے۔

(۴) لبرکۃ صحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کی صحبت کی برکت سے وہ فیضیاب ہوئے ہیں۔

(۵) کونھم فی خیر القرون [1] ان کو خیر القرون کا زمانہ میسر آیا ہے۔

دوسری جگہ ہے:-

(۶) لانھم شاھدوا احوال التنزیل واسرار الشریعۃ۔ [2] انھوں نے نزولِ قرآن کے احوال اور شریعت کے اسرار کا مشاہدہ کیا ہے۔

(۷) ومعرفۃ اسباب التنزیل [3] اور اسبابِ تنزیل کی معرفت حاصل کی ہے۔

---

[1] توضیح تلویح فصل فی تقلید الصحابی۔ [2] نور الانوار، باب السنۃ۔ [3] حسامی کتاب السنۃ باب تقلید الصحابی۔

مذہب کو تحریک قرار دینے کے چند مضر اثرات

جن حضرات نے مذہب کو تحریک کی شکل میں پیش کیا ہے ممکن ہے صحابہؓ کی مذکورہ حیثیت اور توسیع عمارت پر ماموریت ان کی سمجھ میں نہ آئے لیکن چونکہ مذہب کو تحریک کی شکل میں پیش کرنے کی بدعت وقتی اور محض لامذہبی تحریکات کا مقابلہ کرنے کی غرض سے وجود میں آئی ہے، اس بناء پر ان کی یہ کم فہمی زیادہ توجہ کے لائق نہیں ہے۔

جب کوئی تحریک مدافعانہ حیثیت سے وجود میں آتی ہے تو تعمیر و ترقی کے لئے اس کی تشریحات اکثر افراط و تفریط سے خالی نہیں ہوتی ہیں لیکن چوں کہ اس کا مدافعانہ کارنامہ شاندار ہوتا ہے اس بناء پر ارباب فکر و نظر نقائص کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہیں بلکہ تحریک کو برقرار رکھتے ہوئے تعمیر و ترقی کی دوسری راہوں اور شکلوں کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

قوم کی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ ایک شخص یا پارٹی سے ساری توقعات وابستہ کرلیتی ہے اور حسب منشا جب یہ توقعات نہیں پوری ہوتی ہیں تو مایوسی و محرومی کا شکار ہو جاتی ہے۔

ادھر پارٹیوں اور شخصیتوں کا حال یہ ہے کہ قوم کی طرف سے جہاں جلسے و جلوس میں شرکت کی دعوت آنے لگی اور اخبار و رسائل کی اشاعت زیادہ ہو گئی بس خود فریبی میں مبتلا ہو کر زندگی کے ہر شعبہ میں رہنما بن گئیں عبوری دور میں کسی شخص یا پارٹی کا یہ کارنامہ کیا کچھ کم ہے؟ کہ اس نے باطل افکار و نظریات کا مقابلہ کیا ہے اسلامی عقائد و افکار کی جدید زبان و انداز میں تشریح کی ہے اور اسلامی اخلاق و اجتماع کا نقشہ بہتر شکل میں پیش کر کے عزم و ہمت اور ایثار و قربانی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے ہیں۔

اس سے زیادہ میں اگر دخل اندازی ہوئی یا تحریک کے سلبی ذہن کو تعمیر و ترقی کی اسکیموں اور تجویزوں میں سمونے کی کوشش ہوئی تو قوم و ملت کے لئے سود مند ہونے کے بجائے مضرت رساں ہونے کا اندیشہ ہے۔

اسی طرح اگر اس وقتی اور خاص غرض کے تحت وجود میں آنے والی تحریک کو کل مذہب یا مذہب کا کل کام سمجھ لیا گیا تو تاریخی تسلسل منقطع ہوگا اور مذہب کی مسلمہ شخصیتیں تک محفوظ نہ رہ سکیں گی، مثلاً مدافعانہ تحریک کی حیثیت سے جب اساطین امت کی جدوجہد کا مطالعہ کیا جائے گا تو چوں کہ ان کی زندگی میں یکساں مثالیں نہ مل سکیں گی اس بناء پر تجدید و احیاء دین کی کوششوں میں کوئی کوشش کامیاب نظر آئے گی اور نہ کوئی مجدد کامل۔

دکھائی دے گا۔

نیز صحابہ کرامؓ اور خلافتِ راشدہ کی زندگی کو جب تحریک کی حیثیت سے دیکھا جائے گا تو عظمت و تقدس کی وہ روح نکل جائے گی جو مذہب اور قانون کی جان ہے، پھر اس کی ترتیب و تنقیح اس انداز سے کی جائے گی کہ تحریک کی خامیوں اور کارکنوں کی کمزوریوں کے لئے حیلۂ جواز مہیا ہو سکے۔

مذہب کو تحریک قرار دینے کے بعد لازمی طور سے اس کا مطمحِ نظر حکومت و اقتدار کو بنانا پڑے گا کہ اس کے بغیر جاذبیت و کشش پیدا ہو گی اور نہ جدوجہد کے لئے خاطر خواہ میدان سامنے آئے گا، یہی اندیشہ ہے کہ "پارٹی پالٹیکس" کو مستقل حیثیت حاصل ہو جائے اور اسی نقطۂ نگاہ سے مذہب کو کلی فلسفہ کی شکل دیدی جائے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی پارٹی یا شخص پر کسی شے کا شدید غلبہ ہوتا ہے تو سارے امور کی تعبیر وہ اسی انداز میں کرنے لگتا ہے "کارل مارکس" پر معاشی تصورات ہی کے غلبہ کا نتیجہ تھا کہ اُس نے حیات و کائنات اور حالات و واقعات سب کی معاشی تعبیر کر ڈالی۔

یہ اثرات صحابہؓ کے توسیعی پروگرام کو سمجھنے اور سیاستِ شرعیہ کے تحت فیصلہ میں دشواری پیدا کرتے ہیں

اس موقع پر تحریک کے چند مضر اثرات کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اُن کی وجہ سے صحابہ کرام کے توسیعی پروگرام کو سمجھنے اور سیاستِ شرعیہ کے تحت مسائل حل کرنے میں مزید دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ مذہب ایک شئ کو اہم بتائے اور سیاستِ شرعیہ کا قانون اس میں نافذ کرے لیکن تحریک اس کی اہمیت سے انکار کر کے دوسری شئے کو زیادہ اہم قرار دے۔ مثلاً مذہب اصلاحِ معاشرہ پر زیادہ زور دیتا ہے اور انقلابِ حکومت کو اس کا نتیجہ قرار دیتا ہے، لیکن تحریک انقلابِ حکومت پر زیادہ زور صرف کرتی ہے اور معاشرتی اصلاح کو اس کے واسطے سے لاتی ہے۔ یا مذہب معاشرتی عدم توازن کو پہلے دور کرتا ہے اور اس کے لئے حکمت و مصلحت پر مبنی قوانین بنانے اور سیاستِ شرعیہ کے تحت فیصلے کرنے کا حکم دیتا ہے، لیکن "تحریک" تشکیلِ حکومت کو مقدم رکھتی ہے اور حکمت و مصلحت کے قوانین اور شرعی سیاست کے فیصلے اسی موقع پر ظاہر کرتی ہے وغیرہ۔

اس قسم کے اختلافات بظاہر معمولی نظر آتے ہیں لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ دراصل زاویۂ نگاہ اور مطمحِ نظر کا اختلاف ہے جس کی بناء پر سیاستِ شرعیہ کے تحت احکام کے مراتب قائم کرنے اُن کے موقع و محل کو متعین کرنے

نیز حسبِ حاجت و ضرورت نئے قوانین وضع کرنے میں کافی اختلاف کی راہیں نکل سکتی ہیں۔

ذیل میں صحابۂ کرام کی زندگی سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں انتظامی احکام کا اضافہ اور بہت سے احکام کے مواقع و محل کی تعیین ہے، یہ سب ان بزرگوں نے سیاستِ شرعیہ کے تحت کیا ہے اور انہیں خد و خال کو نمایاں کیا ہے جو نقشہ اور عمارت دونوں میں موجود ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابۂ کرامؓ جس قسم کے سخت دور سے گزرے اور جیسی ذہنی و فکری کش مکش سے ان کو مقابلہ کرنا پڑا، تاریخ میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

رسول اللہؐ کے توسیعی پروگرام کی بنیاد

لیکن ان بزرگوں نے عمارت کی حفاظت کے ساتھ جس طرح توسیعی پروگرام کو چلایا اور ایجابی ذہن کے ساتھ اپنے دور کی چیزوں کو سمیٹا وہ بھی ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

جسدِ اطہر سے روحِ مبارک پرواز ہونے کے بعد ہی مسجدِ نبوی میں صحابۂ کرام ایک تاریخی آزمائش سے دوچار ہوئے، حضرتِ عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی دفورِ محبت میں کسی طرح رسول اللہؐ کے وصال کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے اور قسم کھا کھا کر کہہ رہے تھے کہ رسول اللہؐ کا وصال نہیں ہوا ہے۔

ایسی حالت میں حضرت ابو بکرؓ نے ایک طرف عشق و محبت کے تقاضہ میں کمی نہ آنے دی کہ حجرۂ مبارک میں داخل ہو کر رُخِ زیبا سے چادر اٹھائی سرِ نیاز جھکایا، بوسہ دیا اور رو کر فرمایا:

بابی انت و امی طبت حیًا و میتا	میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپ زندگی
والذی نفسی بیدہ لا یذیقك اللہ	اور موت دونوں میں پاکیزہ رہے، اس ذات کی قسم
الموتتین ابدًا اما الموتة التی کتب	جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ آپ کو دو موتیں
اللہ علیك فقد متها۔[1]	ہرگز نہ دے گا جو موت آپ کے لئے مقدر تھی وہ آگئی۔

اور دوسری طرف مسجد میں آئے، عمرؓ کو سمجھایا۔ صحابہؓ کو روکا اور ان کی "ماموریت" کو اس طرح واضح کیا کہ لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اسلام زندگی و توانائی سے بھرپور نظر آنے لگا، چنانچہ انھوں نے مسجد میں وصال کے بعد جو تقریر کی اس کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت کا ذہن ایجابی ہے سلبی نہیں ہے۔

---

[1] بخاری ج۱ باب فضل ابی بکر۔

نیز بناءِ کار و شریعت کے اصول ہیں جنھیں دوامی حیثیت حاصل ہے۔

یہ تقریر گویا توسیعی پروگرام کی بنیاد ہے۔ حمد وثناء کے بعد آپ نے فرمایا:

الا من کان یعبد محمداً فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد مات ومن کان یعبد اللہ فانہ حیٌّ لا یموت (بخاری ج۱ باب فضل ابی بکر)

جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ غور سے سُن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا تھا تو بیشک اللہ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں ہے۔

اس کے بعد تائید و توثیق کے لئے ابو بکرؓ نے یہ آیت پیش کی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ [1]

اے محمدؐ آپ کو بھی موت آنے والی ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔

پھر یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ [2]

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں مگر اللہ کے رسولؐ جن سے پہلے بھی اور رسولؐ گزر چکے ہیں پس اگر ان کو موت آجائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پیچھے لوٹ جاؤ گے جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتا اور اللہ شاکرین کو جلد ہی بدلہ دے گا۔

آیت اور مضمون سے شریعت کا مزاج سمجھ میں آتا ہے اور ضمناً اجتہاد و تشریع کا ثبوت ملتا ہے۔

خلافت کی پہلی تقریر

اس کی مزید وضاحت خلافت کی پہلی تقریر سے ہوتی ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا:

ایها الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی۔ الصدق امانة والکذب خیانة والضعیف منکم

لوگو! میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں حالانکہ تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور بُرے کام کروں تو مجھے سیدھا کر دو، سچائی امانت ہے، جھوٹ خیانت ہے تم میں کمزور میرے نزدیک ....

---

[1] سورۂ زمر رکوع ۲ - [2] سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۴

قوی عندی حتی ازیح علتہ ان شاء اللہ	قوی ہے جب تک کہ اس کی شکایت دُور نہ کر دوں
والقوی فیکم ضعیف حتی اٰخذ منہ الحق	اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ اس سے
ان شاء اللہ لایدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ	حق نہ لے لوں، جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر
الا ضربہم اللہ بالذل ولا یشیع قوم	ذلّت مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی
قط الفاحشۃ الا عمہم اللہ بالبلاء	عام ہو جاتی ہے اللہ اس پر مصیبت عام کر دیتا ہے
اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ	جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
فاذا عصیت اللہ ورسولہ	کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس
فلا طاعۃ لی علیکم قوموا	کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم
الی صلوتکم [1]	نہیں ہے۔ اچھا اب چلو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

ابو بکرؓ نے توسیعی پروگرام میں روحِ اور مقصد کو سامنے رکھا

شرعی جہاد اور اجتہاد لازم و ملزوم ہیں جب تک قوم میں جہاد باقی رہے گا اجتہاد کے نوک پلک درست کئے بغیر چارہ نہ ہوگا اور جب جہاد اپنی اصل حیثیت کھودیگا تو اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلم زندگی جن شورشوں اور بغاوتوں میں گھر گئی تھی تاریخ کا ادنیٰ طالبِ علم اُن سے واقف ہے، ان نازک حالات میں اگر حضرت ابو بکرؓ ظاہر نصوص پر جمے رہتے اور اقتضاء کنایہ، اشارہ کی طرف توجہ نہ دیتے یا حکمت وعلّت میں غور کر کے احکام کے موقع و محل نہ متعین فرماتے تو مسلم زندگی کا شیرازہ اسی وقت منتشر ہو گیا ہوتا۔

اسی طرح اگر مسلم معاشرہ کی روز افزوں ضرورت کا لحاظ نہ کرتے اور حالات و زمانہ کی رعایت کو نظر انداز کر دیتے تو اسلام کی عالمگیریت بے معنی ہو کر رہ جاتی۔

لیکن حضرت ابو بکرؓ چوں کہ رازدارِ نبوتؐ اور مزاج شناسِ شریعت تھے اس بناء پر انھوں نے ایک طرف مخالفت کے باوجود حضرت اسامہؓ جیسے نوجوان کی امارت و سرداری کو برقرار رکھا تو دوسری

[1] البدایہ والنہایہ ج۶ باب اعتراف سعد بن عبادہ ما قالہ الصدیق یوم السقیفۃ

طرف توسیع عمارت کی خاطر حالات و زمانہ کی رعایت کو نظر انداز نہ ہونے دیا، چنانچہ معززین صحابہؓ نے حالات کی ناسازگاری کا حوالہ دے کر جب اسامہؓ کی سرکردگی میں لشکر بھیجنے پر اعتراض کیا تو ابوبکرؓ نے جواب دیا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اُسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہ روکوں گا جسے رسول اللہؐ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اگر مدینہ میں میرے سوا کوئی بھی متنفس باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا۔[۱]

ایک اور روایت میں ہے کہ ابوبکرؓ نے یہ جواب دیا:

لو خطفتنی الکلاب والذئاب	اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیئے مدینہ میں داخل ہو کر مجھے
لم ارد قضاءً قضیٰ بہ رسول اللہ	اٹھائے جائیں تو بھی میں وہ کام کرنے سے باز نہ آؤں گا
صلی اللہ علیہ وسلم[۲]	جسے رسول اللہؐ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح ظاہر نص کی بناء پر مانعین زکوٰۃ سے جہاد پر جب لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے یہ جواب دیا:

واللہ لو منعوانی عناقاً کانوا یؤدونھا	خدا کی قسم اگر بھیڑ کے بچّہ کی بھی زکوٰۃ رسول اللہؐ
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کو دیتے تھے تو میں ان سے اس کے نہ دینے پر
لقاتلتھم علی منعھا۔[۳]	قتال کروں گا۔

ایک روایت میں عناق کے بجائے "عقال" ہے جس کے معنی "رسّی" کے ہیں یعنی اقرار کلمہ کے باوجود رسّی جیسی معمولی چیز (بشرطیکہ وہ ثابت ہو) کی بھی وہ زکوٰۃ نہ دیں گے تو میں اُن سے جہاد کروں گا، کیونکہ حالت کو نظر انداز کر کے ظاہر نص پر عمل کرنے سے مقصدِ دین اور منشاءِ نبوت کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا۔

فتنۂ ارتداد کے مقابلہ میں سلبی ذہن کے ساتھ میدان میں نہیں آئے	(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جس پامردی اور ایجابی ذہن کے ساتھ فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کیا وہ بھی تاریخِ اسلام کا روشن باب

[۱] و [۲] طبری ج۳ ذکر الخبر عما جرٰی فی سقیفۃ بنی ساعدہ۔ [۳] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فی فرضیتہا۔

اور توسیعِ عمارت کا تابناک پہلو ہے، اس موقع پر اگر ابوبکرؓ محض ظاہری چیزوں سے متاثر ہوجاتے یا سلبی ذہن کے ساتھ میدان میں آتے تو قوی اندیشہ تھا کہ رسول اللہؐ کی جلائی ہوئی شمع ہمیشہ کے لئے خاموش ہوجائے، لیکن انھوں نے جس طرح بعض معاملات میں حضرت عمرؓ وغیرہ جیسے جلیل القدر اصحاب کے اصرار کے باوجود "اقدام" سے رُکنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اسی طرح دوسرے بعض معاملات میں ان بزرگوں کے مطالبہ کے باوجود کسی اقدام کے لئے تیار نہیں ہوئے، جاننے والے جانتے ہیں کہ بعض جلیل القدر اصحاب کی طرف سے خالد بن ولید کو معزول کرنے اور سزا دینے کا مطالبہ کس قدر شدید تھا؟ لیکن ابوبکرؓ نے حالات کی رعایت سے خالد بن ولید کو معزول نہیں کیا اور برابر کہتے رہے کہ " اس وقت مسلمانوں کو خالد کی تلوار کی بے حد ضرورت ہے"

حضرت ابوبکرؓ نے مطالبہ کے جواب میں جو روش اختیار کی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض مالک بن نویرہ کے قتل اور اس کی بیوی لیلیٰ سے نکاح کرنے کی نوعیت وہی ہوتی جیسا کہ بیان کی جارہی تھی، تو بھی حالات کی نزاکت و رعایت سے وہ خالد بن ولید کو معزول نہ کرتے۔

معزولی اور سزا کا مطالبہ کرنے والے یہ کہہ رہے تھے:

"اگر خالدؓ جیسی عظیم شخصیت سے چشم پوشی کی گئی تو یہ دین میں خلل اندازی کا دروازہ کھول دے گی۔ مسلمان کتاب اللہ کے احکام پسِ پشت ڈالنے میں دلیر ہوجائیں گے اور احکامِ الٰہی کا احترام ان کے دلوں میں باقی نہ رہے گا" [1]

لیکن حضرت ابوبکرؓ کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ موجودہ وقت کی نزاکت اور حالت کی رعایت ہی میں اتباع و احترام کا رازِ پوشیدہ ہے۔

چنانچہ بعد میں حضرتِ عمرؓ خود حضرت ابوبکرؓ کی موقع شناسی اور مردم شناسی کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے اور اسی واقعہ کے بارے میں فرمایا:

رحم اللہ ابا بکر ھو کان اعلم منی بالرجال۔ [2]	اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔

---

[1] ابوبکرؓ از محمد حسین ہیکل واقعہ سجاح اور مالک بن نویرہ۔ [2] صدیقِ اکبر واقعہ مالک بن نویرہ۔

پھر جب وہ مسند آرائے خلافت ہوئے اور مالک کے بھائی متمم بن نویرہ نے حاضر ہو کر حضرت خالدؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

لا اردشیئاً صنعہ ابوبکر ¹ ابوبکرؓ جو کر گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کروں گا۔

مدعیانِ نبوت کی سرکوبی میں حالات وزمانہ کی رعایت کو ملحوظ رکھا

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئی سیاسی لیڈر نبوت کے مدعی بن کر نمودار ہوئے اور اپنی پارٹی کے ساتھ بغاوت پر آمادہ ہو گئے، جو لوگ پارٹی بندی وجماعت سازی کی نفسیات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ پارٹیاں بالعموم سیاسی اغراض واقتدار حاصل کرنے کے لئے قائم ہو جاتی ہیں اور پھر حصولِ مقصد کے لئے مذہبی رنگ اختیار کر کے مذہب کو آلۂ کار بناتی ہیں۔ چنانچہ ادھر مسلمان اپنے محبوبؐ کی جدائی سے نڈھال ہو رہے تھے کہ اُدھر سیاست کے بازیگروں نے ہوسِ اقتدار کی تسکین کے لئے نبوت جیسی وہبی شی کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

یہ صورتِ حال مسلمانوں کے لئے نہایت روح فرسا اور کارنامۂ نبوت کو ختم کر دینے والی تھی، اس بناء پر حضرت ابوبکرؓ (جو نہایت رقیق القلب اور نرم مزاج تھے) نے نہایت عزم وہمت اور شجاعت کیساتھ اس کا مقابلہ کیا۔

ذمہ داری سپرد ہونے کے بعد ابوبکرؓ نے اپنی طبیعت میں کس حد تک تبدیلی کی اور حالات وزمانہ کی رعایت کو کس قدر ملحوظ رکھا۔ اس کا اندازہ تمام ان اقدامات سے ہوتا ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلعم کے بعد بغاوت وفتنۂ ارتداد کو دبانے کے لئے کئے تھے، ذیل میں اعلانِ عام کے چند ٹکڑے نقل کئے جاتے ہیں۔ جو حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر فوج کے ہر دستہ کو دیا تھا۔

اعلان میں پہلے مذکورہ آیتوں کے ذریعہ اس پروپیگنڈے کو ختم کیا جو کہہ رہے تھے کہ اگر محمدؐ سچے نبی ہوتے تو آپؐ کی کبھی وفات نہ ہوتی پھر فرمایا:

وہ اعلانِ عام جو فوج کے ہر دستہ کو دیا گیا تھا

"جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ کا وصال ہو گیا۔ لیکن جو شخص صرف اللہ کو پوجتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں تو اللہ اس کی نگرانی کرنے والا ہے

---

¹ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۸ از صدیقِ اکبرؓ

وہ قیوّم اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کو کبھی موت نہ آئے گی اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ وہ خود اپنے امر کی حفاظت کرنے والا اور اپنے دین کے دشمن سے بدلہ لینے والا ہے۔

میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لائے ہیں اس سے اپنا حصہ لو آپ کے اسوہ کی اتباع کرو اور اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو، جس شخص کو اللہ ہدایت نہیں دیتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ معاف نہیں کرتا وہ مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور جس کی مدد اللہ نہیں کرتا ہے وہ رسوا ہو جاتا ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی اس نے ہدایت پائی اور جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا وہ گمراہ ہو گیا۔

مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ مسلمان ہونے کے بعد جہالت اور شیطان کے فریب میں آ کر دینِ حق سے پھر گئے ہیں، میں تمہارے پاس مہاجرین، انصار اور تابعین کا لشکر بھیج رہا ہوں میں نے اس کو یہ حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اسلام کا پیغام نہ پہونچا دے تم سے جنگ نہ کرے جو شخص اسلام کا اقرار کر کے تمام باغیانہ سرگرمیوں سے باز آ جائے گا اس کو امان ہے لیکن جو شخص انکار کر کے فساد پر آمادہ ہو گا تو اس سے جنگ کی جائے گی اور وہ اللہ کی تقدیر کو اپنے اوپر نافذ ہونے سے نہ روک سکے گا۔ ایسے لوگوں کو آگ میں جلایا جائیگا اور قتل کیا جائے گا۔ ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنالئے جائیں گے۔ ان باتوں میں غور کرنے کے بعد جو شخص ایمان لے آئے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہو گا لیکن جو شخص بدستور ارتداد کی حالت پر قائم رہے گا وہ اللہ کو ہرگز عاجز نہ کر سکے گا۔[1]

اس اعلان کے بعض ٹکڑے بظاہر آیت "لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" اور حدیث "لا تعذبوا بعذاب اللہ" کے خلاف ہے لیکن جو لوگ حالات وزمانہ کی رعایت ونزاکت سے معمولی تعلق بھی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس موقع پر یہی سب کچھ آیت وحدیث کے موافق ہے۔

---

[1] طبری ج ۳ - باب بقیۃ الخبر عن امر الکذاب العنسی۔

نظامِ خلافت کو وسیع کرنے کی چند شکلیں

(۵) غرض ایک طرف حضرت ابوبکرؓ نے بغاوتوں اور شورشوں کے دبانے میں نہایت چابکدستی سے کام لیا اور دوسری طرف حالات و زمانہ کی رعایت سے نظامِ خلافت کو وسیع کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی چنانچہ مملکت کو صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا محکمۂ قضاء کی تنظیم کی حسبِ ضرورت مالی و فوجی نظام کو وسیع کیا۔ تعزیرات و حدود میں روح اور مقصد کو ملحوظ رکھا کہیں سختی کی اور کہیں نرمی سے کام لیا غیر مسلموں کے سماجی تحفظ کا بندوبست کیا اور ہر ایک کے پرسنل معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی بلکہ زبان مذہب اور کلچر سب کو محفوظ رکھا جیسا کہ مفتوحہ ممالک کے ذکر میں ہے:

فھذہ بلاد العنوۃ واقر اھلھا فیھا	یہ تمام ممالک غلبہ سے فتح کئے گئے ہیں اور ان کے باشندے
علی مللھم وشرائعھم [1]	اپنے اپنے مذہب اور شرائع پر باقی رکھے گئے ہیں۔

دوسری جگہ ہے:-

فھم احرار فی شھاداتھم ومناکحاتھم	یہ سب لوگ اپنی شہادتوں نکاح کے معاملوں،
ومواریثھم وجمیع احکامھم [2]	وراثت کے قوانین اور دیگر تمام احکام میں آزاد ہیں

حضرت ابوبکرؓ نے جس طرح مسلم حاجتمندوں کی کفالت حکومت کے ذمہ قرار دی اسی طرح غیر مسلم حاجتمندوں کی کفالت کو بھی حکومت کے ذمہ قرار دیا اور باقاعدہ عہدنامہ میں یہ درج کرا دیا کہ

ایما شیخ ضعف عن العمل	جو (غیر مسلم) بوڑھا ازکار رفتہ ہو جائے یا کسی کو
واصابتہ آفۃ من الآفات اوکان	کوئی آفت پہونچے یا مالداری کے بعد تنگ دست
غنیا فافتقر وصار اھل دینہ	ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات
یتصدقون علیہ طرحت جزیتہ	دینے لگیں تو اس کا جزیہ معاف ہو جائے گا، اور
وعیل من بیت مال المسلمین	سرکاری خزانہ سے اس کی اور اس کے اہل وعیال
وعیالہ ما اقام بدار الھجرۃ	کی کفالت کی جائے گی جب تک یہ لوگ مدینہ اور
ودار الاسلام۔ [3]	دار الاسلام میں رہیں گے۔

[1] کتاب الاموال ص ۱۰۱۔ [2] ایضاً ص ۱۴۰۔ [3] کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۴۔

عہدنامہ میں یہ بھی درج تھا:

فان طلبوا عونا من المسلمین اعینوا به ومؤنة العون من بیت مال المسلمین۔[1]

یہ لوگ اگر مسلمانوں سے کوئی مدد طلب کریں گے تو مدد کی جائے گی اور مدد کے اخراجات سرکاری خزانہ سے ادا ہوں گے۔

اس حسنِ سلوک اور حقوق و قوانین میں عملاً مساویانہ درجہ کا نتیجہ یہ ہوا:

صاروا اشداء علی عدو المسلمین وعونا للمسلمین علی اعدائهم (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۳۹)

یہ (غیرمسلم) لوگ مسلمانوں کے دشمنوں کے سب سے بڑے دشمن ہو گئے اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے بہترین مددگار ثابت ہوئے۔

بکر کے اقدامات کا صریحی ذکر رآن و سنت میں نہیں ہے

ابوبکرؓ نے نظم و تنظیم کے سلسلہ میں جتنے اقدامات کئے یا احکام کے موقع و محل متعین کئے اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کی تفصیلات کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں ہے ین ان کی طرف اشارہ عمارت اور نقشہ دونوں میں موجود ہے۔ دنیا کے کسی "دستور" میں صراحۃ النص سے تمام یزوں کا ثبوت ضروری ہے اور نہ غیر صریحی ثبوت میں خلاف دستور حکم لگانے کا اصول ہے۔ نہ معلوم کتنی چیزیں یہ اشارہ اقتضاء اور دلالت سے ثابت ہوتی ہیں اور پھر جب اس سے بھی کام نہیں چلتا ہے تو احکام کی حکمت و ست کی طرف توجہ کرکے بیشمار چیزیں اس سے ثابت کی جاتی ہیں۔ یہ سب دستور کے اندر شمار ہوتی ہیں اور ن میں دستوری رہبر و رہنما مانا جاتا ہے

یع نہ کرنے میں قرآن و ت کی خلاف ورزی تھی

رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ جن حالات سے دوچار ہوئے ان میں اگر حالات و زمانہ کی رعایت سے بعض احکام کا اضافہ اور بعض کے موقع و محل کی تعیین نہ کرتے تو شبہ قرآن و سنت کو نظر انداز کرنے والے قرار پاتے لیکن چوں کہ وہ جانتے تھے کہ اگر اس موقع پر توسیع ں گئی تو اسلام کی عالمگیریت پر حرف آئے گا اس بناء پر انھوں نے روح اور مقصد کے پیشِ نظر حسب ضرورت ت سے دریغ نہیں کیا اور طریقۂ کار یہ اختیار کیا کہ قرآن و سنت میں حکم نہ ملنے کی صورت میں اہل الرائے بہ کرام سے مشورہ کرتے تھے جیسا کہ:

---

[1] کتاب الخراج لابی یوسف۔ ص ۵

ان ابا بکر الصدیق کان اذا نزل به	ابوبکرؓ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا جس میں اہل رائے
امر یرید فیه مشاورة اهل الرای	اور اہلِ فقہ سے مشورہ کی ضرورت ہوتی تو وہ مہاجرین
واهل الفقه دعا رجالا من المهاجرین	وانصار کے کچھ لوگوں کو بلاتے مثلاً حضرت عمرؓ
والانصار دعا عمر وعثمان وعلیا	حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن
وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل	بن عوف، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ
وابی بن کعب وزید بن ثابت۔[۱]	حضرت زیدؓ بن ثابت۔

اگر مشورہ سے کوئی بات نہ طے ہوتی یا اس کی صورت نہ بن سکتی تو قیاس اور رائے سے کام لے کر توسیعی سلسلہ کو جاری رکھتے تھے۔ مثلاً:

قیاس سے فیصلہ کی چند مثالیں (۶) ابوبکرؓ نے دادا کو باپ پر قیاس کر کے میراث میں دادا کو باپ جیسا قرار دیا۔[۲]

(۷) اسی طرح "کلالہ" کے بارے میں جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

اقول فیها برائی فان یکن صوابا فمن	اس کے بارے میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر صحیح ہو تو اللہ
الله وان یکن خطأ فمنی ومن الشیطان[۳]	کی طرف سے ہے اور غلط ہے تو میری طرف اور شیطان کی طرف سے ہے۔

"کلالہ" وہ ہے جس کے اصل وفرع (باپ و بیٹا) دونوں نہ ہوں، باپ کی حد تک تو بات صاف ہے لیکن دادا کی صورت میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ بعض اصحابؓ کی رائے ہے کہ جس شخص کے دادا نہ ہو وہ "کلالہ" کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔ لیکن ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ "کلالہ" میں دادا کا نہ ہونا بھی شامل ہے۔ اس اختلاف کا اثر ذیل کے سلسلہ میں ظاہر ہوتا ہے۔

ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے دادا اور بھائی بہن چھوڑے ایسی صورت میں ابوبکرؓ کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کو ورثہ نہ ملے گا۔ جس طرح باپ کی موجودگی میں ان دونوں کو نہیں ملتا ہے۔ کیوں کہ باپ کی طرح دادا بھی اصلِ نسب ہے اور دوسروں کے نزدیک بہن بھائی کو ترکہ سے حصہ ملے گا، کیوں کہ دادا

---

[۱] طبقات ابن سعد قسم ثانی جزء ثانی، باب اہل العلم والفتوی من اصحاب رسول اللہ صلعم۔

[۲] بخاری ج ۲ باب میراث الجد۔ [۳] منہاج الاصول باب القیاس فی بیان انه حجة۔

بہمہ وجوہ باپ جیسا نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ابو بکرؓ کے مطابق ہے۔ ؎1

(۸) یمن کے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد بھی قیاس ہی کی بناء پر تھا۔ جیسا کہ استدلال میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال۔ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فی فرضیتہا)

خدا کی قسم اس شخص سے ضرور جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جس طرح نماز نفس کا حق ہے)

قیاس واجتہادِ ابوبکرؓ کی ماموریت کا نہایت اہم فریضہ تھا

حضرت ابو بکرؓ کے مختلف فیصلوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیاس واجتہاد اُن کی "ماموریت" کے نہایت اہم فریضہ تھے جن کے اصول وضوابط کی طرف عملاً اشارہ کرکے اسلام کو زندۂ جاوید بنایا اور حالات وزمانہ کی رعایت کرکے شریعت کو جمود وخمود سے محفوظ رکھا۔

یہ صحیح ہے کہ جن معاملات میں صریح وحی نہ موجود ہوتی ان میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رائے اور اجتہاد سے حکم صادر فرماتے تھے لیکن چونکہ آپ مہبط وحی اور حکمتِ الٰہی کے رازداں تھے پھر خطاءِ اجتہادی پر قائم رہنے سے آپ کی حفاظت ہوتی تھی، اس بنا پر دوسروں کے اجتہاد وقیاس کے لئے آپؐ کا عمل اس قدر سہولتیں نہیں پیدا کرتا ہے جس قدر ابو بکرؓ کا عمل سہولتیں پیدا کرتا ہے، گویا قیاس واجتہاد کا کام ایسا کام ہے کہ جس کیلئے خصوصیت سے صحابۂ کرامؓ مامور ہوتے ہیں، اور اس کے بغیر اسلام عالمگیر بنتا ہے اور نہ نظامِ حیات کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کہتے ہیں:

اہم مہمات نزدیک حضرتِ صدیقؓ آن بود کہ برائے امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قاعدہ مرتب فرماید تا در مسائل اجتہادیہ بکدام راہ سلوک نمائند وترتیب ادلۂ شرعیہ بچہ اسلوب عمل آرند الی یومنا ہذا ہمہ مجتہدین برہمیں قاعدہ عمل می کنند ووے رضی اللہ عنہ شیخ واستاد جمیع مجتہدین شد ؎2

صحابہؓ کی حفاظت اور ان کے قول وفعل سے حسن ظنی لازمی ہے

چوں کہ صحابۂ کرام اس اہم کام میں جمیع مجتہدین کے شیخ واستاد ہوتے ہیں اور وہی راستہ کے نوک پلک درست کرکے رہبر ورہنما بنتے ہیں اس بناء پر ان کی حفاظت ضروری اور ان کے قول وفعل سے حسن ظنی لازمی ہے اگر نادانی سے ان کو قرآن وسنت کا نظر انداز کرنے والا ثابت کیا جائے یا دانائی سے ان کو تحریک کا لیڈر تسلیم کیا جائے اور پھر اسی حیثیت سے ان کی زندگی اور تاریخ کو مرتب کیا جائے تو یہ دین وملت کے ساتھ دشمنی ہے جو

؎1 سراجی احوال اخوات۔ ؎2 ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۳۱ مآثر جمیلہ صدیق اکبر۔